سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۱۵

دارِ فانی میں آخرت کی تیاری

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال، کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۱۵

دارِ فانی میں آخرت کی تیاری

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

ذی المجد والکرم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا دامت برکاتہم کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : دارِفانی میں آخرت کی تیاری

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۲۴ شوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۸۳ء بروز پیر

ترتیب و تصحیح : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۲۹ رجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۱۵ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: +92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کُتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

پیش لفظ ۵
کمزوروں کی اکثریت سے ڈرنا نہیں چاہیے ۷
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا قصہ ۹
داڑھی تمام انبیاء کرام کی سنت ہے ۱۰
داڑھی منڈے لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ نفرت ۱۱
اہل جنت کے احوال ۱۲
خدا کا راستہ رونے سے طے ہوتا ہے ۱۳
ندامت کے آنسوؤں کی قیمت ۱۴
اللہ والوں کی صحبت سے آدمی اللہ والا بنتا ہے ۱۵
اللہ کی اطاعت میں مخلوق سے نہ ڈریں ۱۶
بیعت کی شرعی حیثیت ۱۶
صحبت اہل اللہ پر مولانا مسیح اللہ صاحب کا ایک ملفوظ ۱۷
دنیاوی بادشاہت کی حقیقت ۱۸
شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مغل بادشاہوں کو خطاب ۱۹
دین اختلافی باتوں سے نہیں پھیلتا ۲۰
امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ۲۳
نحوی و فقہی مسائل سے تصوف کے مسائل کا حل ۲۴
قبر میں ساتھ لے جانے والے اعمال ۲۵
پیر کے متعلق صحیح عقیدہ ۲۶
سنت کے مطابق مصافحہ کرنے کا طریقہ ۲۹

www.khanqah.org

پیش لفظ

دنیا کے دارِ فانی میں نفس و شیطان انسان کو آخرت کی فکر سے غفلت میں ڈالنے کے لیے ہزاروں داؤ پیچ استعمال کرتے ہیں، ان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتے رہے جو نفس و شیطان کے چنگل میں پھنسے لوگوں کو آزادی دلا کر آخرت کی تیاری کے لیے مستعد بناتے رہے۔ نبی آخر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی نیابت کے فرائض کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام اور علماء دین کو سونپی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس جانب بلاتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۱۵ کا یہ وعظ "دارِ فانی میں آخرت کی تیاری" امت کو اس دنیا میں رہتے ہوئے اس کی برائیوں اور فانی ہونے کا اس طرح احساس دلاتا ہے کہ طبیعت دنیا کی رغبتوں سے سرد ہوتی محسوس ہوتی ہے اور دل میں اُس وطن کی تیاری کا شوق پیدا ہوتا ہے جو ہر مسلمان کا غیر فانی اصلی وطن ہے۔

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

و

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

❁❁❁❁

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

دارِ فانی میں آخرت کی تیاری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بہت سی نعمتیں نصیب فرمائی ہیں لیکن جب خود دنیا ہی نہیں رہے گی تو نعمتیں کہاں تک ہمارے ساتھ رہیں گی۔ اسی لیے اللہ پاک نے قیامت کا نقشہ کھینچا ہے کہ سورج و چاند ٹکڑے کردیئے جائیں گے، پہاڑ روئی کی طرح اُڑنے لگیں گے، زمین و آسمان سب درہم برہم ہوجائیں گے۔ جب دنیا ہی نہ رہے گی تو پھر دنیا کے عیش کہاں رہیں گے؟ لیکن اُس قیامت میں تو دیر ہوسکتی ہے، ہوسکتا ہے کہ دس ہزار سال بعد آئے مگر ایک قیامت بہت قریب آنے والی ہے اس کا نام موت ہے۔ جس انسان کو موت آگئی سمجھو کہ اس کی قیامت قائم ہوگئی، اس سے دنیا چھوٹ گئی، اب اللہ کے سامنے اس کی پیشی اور آخرت کے سارے مراحل شروع ہوجائیں گے۔ حدیث شریف ہے:

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ[2]

جو مرگیا اس کی قیامت قائم ہوگئی، اس کے سارے عیش ختم ہوگئے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں، بعضوں نے تو خوب دنیا کمائی، زمیں داری، کار، کاروبار، مکان شاندار، قالین، ایئرکنڈیشن جتنی بھی عیش کی چیزیں ہیں انہوں نے حاصل کرلیں لیکن جب ان کا انتقال ہونے لگا تو سب کچھ چھوڑ کے جانے لگے۔ اب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ قبر میں کیا لے جارہے ہیں؟ کسی مال دار آدمی سے، وزیراعظم سے، صدر مملکت سے یا کسی بہت بڑے رئیس سے پوچھو کہ آج تمہارا جنازہ جارہا ہے، تم اپنے ساتھ قبر میں کتنی زمینیں، کتنا پیسہ اور کتنی دوکانیں لے

---

[1] جامع الترمذی:۴/۵۵۱، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعہ مصر
[2] کنز العمّال:۱۵/۶۸۶، رقم (۴۲۷۴۸) الباب الرابع فی فضیلۃ طول العمر

جارہے ہو؟ زمین کے نیچے تمہارے کتنے قالین جائیں گے؟ صوفے، کرسیاں، میز، عیش کے تمام سامان، تمہارے شاندار کپڑے جو استری پر استری ہورہے ہیں یہ تم قبر میں لے جاؤ گے؟ تو جانے والا کہے گا کہ میں تو صرف کفن لے کر جارہا ہوں۔ زندگی میں جو کچھ کمایا تھا وہ سب ختم ہورہا ہے، اب زمین کے نیچے لٹایا جارہا ہے، کئی من مٹی اوپر ڈالی جارہی ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی

قبر میں میت اُتاری جائے گی
تجھ پہ ایک دن خاک ڈالی جائے گی

اس دن پتا چلے گا کہ کس کی قیمت زیادہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے چاروں صاحبزادے بھی ولی اللہ تھے اور ان کے پوتے بھی ولی اللہ تھے، یہ خاندان ایسا ہے جس کی تین پشتیں ولی اللہ تھیں۔ ایسے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خاندان تھا جن کی چار پشت صحابی گزری ہے۔ کسی صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ اس کی چار پشت صحابی ہو یعنی دادا بھی صحابی، بیٹا بھی صحابی، پوتا بھی صحابی اور پوتے کا بیٹا بھی صحابی۔ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ صحابی، ان کے بیٹے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی صحابی اور ان کے بیٹے بھی صحابی رضی اللہ عنہ۔ تو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے جامع مسجد دہلی میں ایک اعلان فرمایا اور اعلان کس کو فرمایا؟ آج ہم لوگ نام کے مُلّا ہیں، مُلّا تو یہ اللہ والے تھے جنہوں نے اللہ کو پالیا تو زمین و آسمان اور سورج و چاند ان کے نگاہوں سے گر گئے، بادشاہ اور مچھر ان کے نزدیک برابر تھے، آپ خود سوچیں جو شخص شیر کا دوست ہوگیا کیا وہ لومڑیوں اور بکریوں سے ڈر جائے گا؟

کمزوروں کی اکثریت سے ڈرنا نہیں چاہیے

فرض کرو کہ جنگل میں ایک طرف شیر بیٹھا ہوا ہے اور ایک طرف ایک ہزار

بکریاں بیٹھی ہوئی ہیں، بکریوں نے کہا کہ دیکھو تم داڑھی نہ رکھنا، یہ ہماری اکثریت کی رائے ہے اور شیر اکیلا ہے وہ کہہ رہا ہے خبردار! داڑھی رکھنی پڑے گی۔ تو اس وقت آپ اکثریت کی بات پر عمل کریں گے یا تنہا شیر کو اہمیت سے دیکھیں گے؟ تنہا شیر کا ایک ووٹ ہے اور بکریوں کے ایک ہزار ووٹ ہیں۔ اگر اس وقت الیکشن کرائیں تو آپ جمہوریت پر عمل کریں گے یا تنہا شیر کی حکومت کو تسلیم کریں گے؟

اگر تم نے اپنے نبی کی سنت پر عمل کیا، شریعت کے مطابق سادگی سے شادی کی اور گانا باجا نہیں کیا، وڈیو ریکارڈنگ نہیں کرائی، پاجامہ ٹخنے سے اُوپر کرلیا، مُلّا بن گئے تو ایک ہزار بکریاں دھمکی دیں کہ ہم رات بھر مَیں مَیں چلّائیں گی اور تم کو سونے نہیں دیں گی، اگر مُلّا بن گئے تو برادری سے تمہارا حقہ پانی بند کردیں گی لیکن اُدھر شیر کہتا ہے کہ میں اکثریت میں نہیں ہوں، میری تعداد صرف ایک ہے لیکن میں حکم دیتا ہوں کہ تم کو داڑھی رکھنی پڑے گی، جیسے میں نے داڑھی رکھی ہے۔ شیر کی داڑھی ہوتی ہے اور پٹھے بال بھی ہوتے ہیں۔ تو شیر کہے کہ میں تنہا ہوں لیکن میری تنہائی کو مت دیکھو، میں اگر ایک دفعہ زور سے دھاڑ دوں تو ایک ہزار بکریاں زندہ نہیں رہیں گی، سب کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ تو آپ نے دیکھا کہ طاقت ایسی چیز ہے۔ شیر کی طاقت پر آپ ایمان لے آئے اور اکثریت کے الیکشن بھول گئے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ صاحب برادری کی اکثریت داڑھی نہیں رکھتی، اس لیے ہم کیا کریں، جدھر زیادہ دنیا ہوتی ہے اُدھر کی چال چلنی پڑتی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان کو اللہ جزائے خیر دے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آگیا۔ فرمایا زمانہ سے کیوں ڈرتے ہو؟ زمانہ مخلوق ہے خالق نہیں ہے اور پھر یہ شعر پڑھا۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

ہم زمانہ بناتے ہیں، زمانہ انسان بناتا ہے، اگر ہم سب نیک بن جائیں تو سنت کا زمانہ زندہ ہو جائے گا۔ تو دوستو! آپ یہ سوچو کہ شیر کی طاقت زیادہ ہے یا اللہ کی؟ شیر مخلوق ہے یا خالق؟ اللہ تو شیر کا خالق ہے، شیر کی آواز میں اثر اللہ نے رکھا ہے، جب وہ دھاڑتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے۔ میں

نے چڑیا گھروں میں خود جا کر دیکھا ہے کہ شیر زور سے دھاڑا تو زمین بھی ہل گئی۔ جس کی ادنیٰ مخلوق شیر میں یہ قوت ہے تو اس سے اندازہ کریں کہ اس کے فرشتوں میں کتنی طاقت ہوگی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا قصہ

جب قومِ لوط پر عذاب نازل ہوا جن کی چھ بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک لاکھ کی آبادی تھی۔ چھ لاکھ کی بستیوں کو جبرئیل علیہ السلام نے ایک بازو سے اُٹھالیا۔ اُن کے چھ سو بازو ہیں، لیکن یہاں انہوں نے ایک بازو استعمال کیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ چھ لاکھ کی بستی کو ایک بازو سے اُٹھا کر آسمان کے اتنا قریب لے گئے کہ آسمان کے فرشتوں نے اس بستی کے مرغوں اور گدھوں کی آوازیں سنیں، وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا، پھر بستیوں کو اتنی بلندی پر لے جا کر واپس زمین پر پلٹ دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے پتھروں کو ان پر برسایا اور ہر پتھر پر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا جو اسی کو جا کر لگتا تھا، ان پتھروں کو حکم تھا کہ تم ان کو مار مار کر بھوسا کر دو، وہ بندوق کی گولی سے بھی زیادہ زور سے لگتے تھے، یہاں تک کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا کیوں کہ ان کا نبی انہیں منع کرتا تھا کہ مردوں کے ساتھ بد فعلی حرام ہے۔ اس پر وہ کہتے تھے کہ آپ بہت پاک بنتے ہیں۔ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب دینے کے لیے بھیجا تھا وہ حسین لڑکوں کی شکل میں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر آتے ہیں تو گناہ کے اسباب کو قریب کرتے ہیں تاکہ مجرم شرابِ قہر پی کر بدمست ہو جائیں، پھر ان پر عذاب نازل ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بدشکل میں بھی بھیج سکتے تھے۔ اب ان ظالموں نے کہا کہ اے نبی! اپنے مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دو، یہ بہت حسین ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رُسوا مت کرو، یہ میرے مہمان ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ ہم ان کو بھوسا بنانے کے لیے آئے ہیں، ہم ان کی ساری بدمستی نکال دیں گے، آپ بالکل بے فکر رہیں، ان پر جو بدمستی چڑھی ہوئی ہے ہم ان پر وہ عذاب نازل کریں گے کہ ان کے جسم کے پُرزے پُرزے ہو جائیں گے لیکن آپ اس سزا کو نہ دیکھ سکیں گے، آپ پہلے ہی یہاں سے نکل جائیں۔

چناں چہ اللہ کے عذاب کو مت دیکھو کیوں کہ اگر آپ لوگ عذاب دیکھیں گے تو سب کے ہارٹ فیل ہو جائیں گے، اس لیے عذاب والی بستی کو بھی نہیں دیکھنا چاہیے۔ سرورِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم جب ان بستیوں پر سے گزرتے تھے جن پر عذاب نازل ہوا تھا تو چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو اس جگہ کو دیکھو بھی نہیں۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک ایسی ہی بستی سے پانی لا کر آٹا گوندھ لیا تو آپ نے فرمایا کہ اس آٹے کو پھینک دو، اس سے روٹی بھی مت پکاؤ، اس پانی میں بھی اللہ کے عذاب کا اثر ہے اور فرمایا کہ سواری کو تیز کر دو اور استغفار کرتے ہوئے، روتے ہوئے یہاں سے گزر جاؤ۔

تو قومِ لوط کا یہ انجام ہوا کہ ان پر ایسا عذاب نازل ہوا کہ وہاں نہایت کڑوے نمکین پانی کا سمندر آگیا جہاں ایک پودا بھی نہیں اُگ سکتا اور وہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہوگئے، ان پر ذلت کی مار قیامت تک کے لیے تاریخ بن گئی، آج تک اُن کی رُسوائی کا ذکر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اس قسم کے گناہ نہیں چھوڑے ان سے کہتا ہوں کہ وہ جلدی توبہ کرلیں ورنہ اللہ تعالیٰ کہیں ان کی تاریخ بھی سیاہ نہ بنادیں۔

داڑھی تمام انبیاء کرام کی سنت ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام میں اتنی طاقت ہے تو جبرئیل علیہ السلام کا پیدا کرنے والا کتنا طاقت ور ہوگا جس نے اپنے نبیوں سے داڑھی رکھوائی، دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے داڑھی منڈائی ہو، یہی دلیل ہے کہ اللہ کو داڑھی پسند ہے۔ ارے! اگر اللہ کو چہرے پر داڑھی اچھی نہ لگتی تو اپنے اچھوں کو اور پیاروں کو داڑھی رکھنے کا حکم کیوں دیتے؟ اللہ نے پیغمبروں کو اور اپنے پیاروں کو داڑھی رکھوائی، یہ دلیل ہے کہ داڑھی بہت اچھی چیز ہے، اچھی چیز اچھوں کو دی جاتی ہے، خراب چیز خراب لوگوں کو دی جاتی ہے۔ اگر داڑھی خراب چیز ہوتی تو اللہ اپنے نبیوں کو کبھی داڑھی نہ رکھنے دیتا۔ آپ بتائیں! کیا آپ اپنی اولاد کو خراب چیز دیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو خراب چیز کیسے دے گا؟

آج ہمارے معاشرے میں داڑھی کا مذاق بنایا جاتا ہے، کوئی تو بالکل ہی منڈا دیتا ہے اور کوئی رکھتا ہے تو کاٹ چھانٹ کرتا ہے حالاں کہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے جیسے وتر

کی نماز، عید کی نماز، بقر عید کی نماز واجب ہے ایسے ہی تینوں طرف سے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے یعنی سامنے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی۔ جب داڑھی ایک مشت سے زیادہ بڑھ جائے تو اس کو کاٹ دو، اس طرح داڑھی گول ہو جاتی ہے اور بڑی پیاری اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص آپ کی بستی میں عید کی نماز نہیں پڑھتا یا وتر نہیں پڑھتا خالی عشاء کے فرض اور دو سنتیں پڑھ لیتا ہے تو آپ علماء اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ شخص فاسق ہے۔ لیکن جو گناہ معاشرہ میں کثرت سے ہونے لگتا ہے اس کی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے۔ آج ہی ہمارے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ ہمیں بچپن ہی سے سور سے نفرت دلائی جاتی ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص چاہے کتنا ہی گناہ گار ہو مگر سور کا گوشت نہیں کھاتا۔ اگر شراب کی، چوری کی اور جھوٹ کی بُرائی بھی اسی طرح بچوں کو سمجھائی جائے تو اس کو بھی معاشرہ پسند نہیں کرے گا۔

تو میرے دوستو ایک شیر میں اور ایک ہزار بکریوں میں جو تناسب ہے تو اللہ کی قدرت کے مقابلے میں یہ شیر اور بکریاں کچھ نہیں ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے داڑھی کو پسند کیا ہے، اپنے رسول کی زبانِ نبوت سے بخاری شریف میں اعلان فرمادیا ہے کہ اے لوگو! داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ آج اس اُمت کا کیا حال ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت و سفارش کی اُمیدوار ہے مگر پھر بھی نبی کی نافرمانی میں بدمست ہے، بڑی بڑی مونچھیں رکھے ہوئے ہے تاکہ ہمارا رعب جم جائے۔

داڑھی منڈے لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ نفرت

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایران کے دو سفیر آئے، آپ نے دیکھا کہ ان کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں۔ آپ نے اُن کے چہرے دیکھ کر نفرت سے اپنا منہ پھیر لیا۔ آپ نے ان سے انتہائی نفرت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کو ایسی شکل پسند نہیں ہے۔ قیامت کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے اُمت کہے گی کہ اے نبی! ہمیں جامِ کوثر پلادیں، پیاس لگی ہے تو اگر زندگی میں داڑھی منڈی ہوئی ہوگی اور مونچھیں بڑی بڑی ہوں گی اور اسی حالت میں موت آگئی تو قیامت کے دن اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا، اور اگر ایسی شکل دیکھ کر نبی علیہ السلام نے اپنے چہرۂ مبارک کو نفرت سے پھیر لیا تو اس دن کہاں جاؤ گے؟

میرے دوستو، عزیزو! ذرا سوچ لو جب قیامت کے دن اللہ کے رسول سے سفارش کے لیے کہو گے اور آپ اپنا چہرۂ مبارک ناراض ہو کر نفرت سے پھیر لیں گے جیسا کہ زندگی میں ایران کے سفیروں کو دیکھ کر پھیر لیا تھا تو ہمارا ٹھکانہ کہاں ہو گا؟ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اپنے گالوں کو فارغ البال نہ کرو۔ اور داڑھی منڈانے میں مصیبت بھی بہت ہے، روزانہ صبح لوہے کا دھاردار بلیڈ لے کر گال کو کھینچ کھینچ کر ایک کوٹ، ڈبل کوٹ اس کے بعد تیسرا کوٹ کرتے ہو جس کا نام کھونٹی اُکھاڑ کوٹ ہے تاکہ کھونٹی بھی نہ رہے لیکن سوال یہ ہے کہ اتنی مصیبت اٹھاتے ہو اس سے بہتر ہے کہ داڑھی رکھ لو تاکہ اس مصیبت سے چھٹی ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے شوق کی رعایت کی ہے کہ جنت میں داڑھی نہیں ہوگی، اس زندگی میں اللہ کی بات مان لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو، پھر جنت میں ان شاء اللہ آپ کی مرضی چلے گی۔

اہل جنت کے احوال

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے حوالہ سے اہلِ جنت کا نقشہ پیش کیا ہے کہ یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ جُرْدًا مُرْدًا مُکَحَّلِیْنَ[۳] جنت میں جب لوگ داخل ہوں گے تو ان کے جسم پر بال نہیں ہوں گے، نہ مونچھوں کے نہ داڑھی کے، صرف سر، پلکوں اور بھنوؤں کے بال ہوں گے، وہاں ہمیشہ ایسے ہی نوجوان رہیں گے لہٰذا وہاں آپ اپنا داڑھی منڈانے کا شوق پورا کرلیجیے گا، مگر ایڈوانس میں جنتی بننے کی کوشش نہ کیجیے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مان لیں، اُنہیں کے صدقے میں پھر ہمیشہ کے لیے داڑھی منڈانے

---

[۳] جامع الترمذی: ۲۸۲/۴، باب ماجاء فی سن اھل الجنۃ، مطبوعہ بیروت

سے چھٹی مل جائے گی، آپ ہمیشہ نوجوان لڑکے رہیں گے، آپ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے، جنت میں ہمیشہ ایسے جوان رہیں گے جن کی داڑھی مونچھ نہ ہوگی۔ ذرا سوچو کیسا مزہ آئے گا، بال کبھی سفید نہیں ہوں گے، کبھی کوئی یہ نہیں جانے گا کہ ایک لاکھ سال کے ہوگئے یا دس لاکھ سال کے ہوگئے، وہاں پچاس لاکھ سال کے بھی ہوجائیں مگر ہماری عمر کا کسی کو پتا نہیں چلے گا کیوں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا، دن نہیں بنے گا، ہفتہ نہیں بنے گا، ہفتہ سے مہینہ نہیں بنے گا، پھر مہینوں سے سال نہیں بنے گا، جب سال نہیں بنے گا تو پھر آپ کی عمر کا کیا پتا چلے گا؟

اب آپ کہیں گے کہ جب سورج نہیں ہوگا تو جنت میں روشنی کہاں سے آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے روشنی ہوگی اور کیسی روشنی ہوگی؟ جیسی صبح کے وقت سورج نکلنے سے چند منٹ پہلے کی روشنی ہوتی ہے جسے صبح کا سہانا وقت کہتے ہیں۔ اور جنتیوں کی آنکھوں میں کاجل لگا ہوا ہوگا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنتی لوگوں کے کاجل اللہ تعالیٰ لگائیں گے، اسے خریدنا نہیں پڑے گا، اللہ تعالیٰ وہاں ان کو لگا لگایا کاجل عطا کررہے ہیں جو کبھی نہیں چھوٹے گا۔

خدا کا راستہ رونے سے طے ہوتا ہے

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جس کے دل کو اپنے لیے قبول کرلیتے ہیں وہ دل کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔ خدائے تعالیٰ ان پہاڑوں پر ہمارے سفر کو قبول فرمائے، میری یہی ایک دعا اگر اللہ قبول کرلے تو ہمارا کام بن جائے کہ اے خدا! اختر کے، سامعین کرام کے اور ہمارے عزیزوں کے دلوں کو آپ اپنے لیے قبول فرمالیں۔ جیسے وزیرِ اعظم کے کتّے کی گردن کے پٹّے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ وزیرِ اعظم کا کتّا ہے، پھر اس کا بھی احترام کیا جاتا ہے، جب اللہ اپنے کرم سے کسی کے دل کو اپنے لیے قبول کرلیتا ہے، اس کے دل کو ولی اللہ بنالیتا ہے، اس بندے کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو پھر اس کو اللہ سے کوئی نہیں چھین سکتا، ماں کی گود سے بچہ چھینا جاسکتا ہے حالاں کہ ماں کی محبت میں تو کوئی کمی نہیں ہوتی، وہ نہیں چاہتی کہ کوئی غنڈہ اس کا بچہ چھین کر اسے ذبح کردے، اگر کوئی غنڈہ قتل کرنے کے لیے آجائے تو ماں پوری طاقت سے بچے کو اپنے سے چپکائے گی، ساری جان لگادے گی، محلّے والوں کے سامنے پوری طاقت سے چیخے گی

چلّائے گی کہ میرے بچے کو غنڈے لے جارہے ہیں لیکن بچے کو غنڈوں سے نہیں بچا سکتی کیوں کہ اس میں اتنی طاقت اور قدرت نہیں ہے کہ کئی غنڈوں کا مقابلہ کرسکے۔ مگر اللہ جس کو اپنے لیے قبول فرمالے، جو ان کی حفاظت کی گود میں ہو پھر سارے عالَم کی جتنی گمراہ کن ایجنسیاں ہیں، امریکا کی ہو، رُوس کی ہو یا کوئی بھی گمراہ کن ایجنسی ہو اللہ کے مقبول بندوں اور دوستوں کو جن کو اللہ نے اپنے لیے قبول کرلیا ان کو دنیا کی کوئی ایجنسی گمراہ نہیں کرسکتی۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اپنے دست و بازو پر بھروسہ مت کرو، اپنے زور و طاقت پر ناز مت کرو، زاری اختیار کرو، خدا رونے سے ملتا ہے، عاجزی دِکھانے سے ملتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے کیا پیارا شعر کہا ؎

زور را بگذار زاری را بگیر
رحم سوئے زاری آید اے فقیر

طاقت چھوڑو، ناز مت کرو بلکہ آہ وزاری کرو اور رونا شروع کردو کیوں کہ رونے والے پر رحم کیا جاتا ہے۔ جب تک بچہ روتا نہیں ماں کا دودھ چھاتی سے نکلتا نہیں، جب مؤمن اللہ کی یاد میں روتا ہے، گناہوں سے معافی مانگتا ہے تو گناہ گاروں کے رونے کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں، علماء حضرات تفسیر روح المعانی پارہ نمبر تیس میں سورۂ قدر کے ذیل میں دیکھ لیں، حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ روتا ہے کہ اے اللہ! ہم سے گناہ ہوگیا، ہمارا ماضی خیانت اور تاریکی میں گزر گیا اور موجودہ حالت میں بھی ہم نالائق ہیں، آپ ہمارے مستقبل کو توفیق توبہ سے روشن کردیجیے۔

ندامت کے آنسوؤں کی قیمت

تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہ گار بندوں کے رونے کی آوازوں کو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے والی آوازوں سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ حدیثِ قدسی ہے:

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۴]

---

[۴] کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸/۱ (۸۰۵) فی باب حرف الھمزۃ مع النون

میں گناہ گاروں کے رونے کو، ان کے استغفار و توبہ کے آنسوؤں کو اور گڑگڑا کر معافی مانگنے کو ساری دنیا کے اولیاء اور فرشتوں کی سبحان اللہ سے افضل سمجھتا ہوں۔ حدیث کا حوالہ اس لیے دے دیا کہ اس مجلس میں علماء بھی بیٹھے ہیں۔

اللہ والوں کی صحبت سے آدمی اللہ والا بنتا ہے

دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ کا راستہ رونے سے طے ہوتا ہے لہٰذا اللہ سے رولو کہ اے اللہ! آپ ہماری ہدایت کا فیصلہ فرما دیجیے۔ جیسے باپ اپنے بیٹے کے اغوا ہو جانے پر اخبار میں اشتہار دیتا ہے کہ جو میرے بیٹے کو جنگل کے غنڈوں سے نکال کر مجھ تک پہنچا دے میں اسے پچاس ہزار روپے انعام دوں گا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اے خدا! یہ محبت جو تو نے ماں باپ کو عطا کی ہے یہ تیری ادنیٰ بھیک ہے، میں تیری رحمت کو اس ادنیٰ بھیک کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں پر رحم کر دیجیے، ہمیں نفس و شیطان نے گناہوں کے جنگل میں اغوا کیا ہوا ہے، آپ اپنی رحمت سے ان غنڈوں سے ہمیں چھڑا کر ہماری ہدایت کے لیے اپنا کوئی بندہ بھیج دیجیے اور ہمیں اس گناہ گار زندگی سے توبہ نصیب کر دیجیے، اگرچہ آپ کو ہدایت دینے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے بس آپ کا ارادہ ہی کافی ہے لیکن چوں کہ عادت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھی اپنا ولی بناتے ہیں اسے اپنے کسی ولی کے ذریعہ سے ولی بناتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ولی ایسا نہیں جو خود بخود ولی بن گیا ہو، دنیا میں جتنے ولی اللہ پیدا ہوئے ہیں اللہ نے اپنے کسی ولی کی محبت ان کے دل میں ڈالی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول میں نے آج سے پچاس سال پہلے پڑھا تھا جب میں طبیہ کالج الٰہ آباد میں پڑھتا تھا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی، اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں تو روئے زمین پر اس زمانہ کے کسی ولی کی محبت اُس کے دل میں ڈال دیتے ہیں پھر یہ اُن کے پاس آنا جانا رکھتا ہے، ان کی صحبت اُٹھاتا ہے، اور آہستہ آہستہ وہ بھی اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر ہو جائے۔

اللہ کی اطاعت میں مخلوق سے نہ ڈریں

دوستو! بات اس پر چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کو سوچو۔ شیر کے کہنے سے آپ نے بکریوں کو نظر انداز کر دیا مگر خدا کے حکم سے مخلوق کو کیوں نظر انداز نہیں کرتے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس نے اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنی برادری کو اور مخلوق کو ناراض کیا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تمام مخلوق کی طرف سے اس بندہ کی آبرو کی حفاظت و کفالت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ علماء حضرات کے لیے حوالہ بھی پیش کرتا ہوں کہ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الظلم دیکھ لیں، آپ کو اس کے اندر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ملے گی جس کو انہوں نے امیر المؤمنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر لکھوایا تھا۔

جس نے اللہ کو ناراض کیا اور برادری کو خوش کیا، اپنا جی خوش کیا، برادری میں انسان کا نفس بھی شامل ہے یعنی کوئی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے بد نظری کر رہا ہے، عورتوں کو بُری نظر سے دیکھ رہا ہے تو اللہ کی ناراضگی میں گزرنے والی اس کی یہ گھڑی انتہائی نامبارک ہے۔ لیکن اگر تم مخلوق کو ناراض کر کے اپنے مالک کو، طاقت والے اللہ کو جو شیر کا خالق ہے راضی کر لو مثلاً شادی بیاہ سنت کے مطابق کرو، لباس سنت کے مطابق پہنو، غرض ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ڈھال لو، بجائے اس کے فرشتے قبر میں مونچھ اُکھاڑیں، یہ مونچھ پہلے ہی ختم کر دو۔ یہ بتلاؤ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر ہم اپنی مونچھوں کو چھوٹی کر دیں یہ زیادہ بہتر ہے یا یہ کہ قبر میں فرشتے ان مونچھوں کو اُکھاڑیں؟ تو فرشتوں سے مونچھوں اُکھڑوانے کے بجائے نبی کا حکم مان لو تو اللہ مخلوق کے شر سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

بیعت کی شرعی حیثیت

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ بیعت کیا چیز ہے؟ کیا صحابہ نے بھی بیعت کی ہے؟ تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ صحابہ نے بیعت کی ہے اور بیعت کرنے پر اللہ نے آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ میرے نبی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہیں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[۵] تو میرے نبی

۵ الفتح: ۱۰

کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے، اس کو محض نبی کا ہاتھ نہ سمجھنا۔ لہٰذا آج بھی جو نائبِ رسول کے ہاتھ پر بیعت ہو، اللہ کے اولیاء کے ہاتھوں پر اور اولیاء کے غلاموں کے ہاتھوں پر بیعت ہو تو اس کو اللہ کا ہاتھ سمجھو۔ اور احادیث مبارکہ میں متعدد واقعات ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس بات پر بیعت لی کہ نماز پڑھیں گے، روزہ رکھیں گے۔ تو بیعت کا یہ مضمون چودہ سو برس پہلے نازل ہو چکا ہے اور احادیث مبارکہ کے اندر آچکا ہے۔ اب جو بیعت ہوتا ہے تو چودہ سو برس پہلے والے وہی الفاظ دُہرائے جاتے ہیں۔

میرے ایک دوست نے بہت اچھی بات کہی کہ جیسے کوئی وزیرِ اعظم بنتا ہے، گورنر بنتا ہے، کمشنر بنتا ہے تو اس سے حلف لیا جاتا ہے کیوں کہ آئینِ پاکستان میں قانون ہے کہ جب کوئی کمشنر یا وزیرِ اعظم یا گورنر بنے گا تو اس کو حلف لینا پڑے گا کہ ہم عوام کی خیر خواہی کریں گے، کسی سے انتقام نہیں لیں گے، اسلام کا احترام کریں گے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ ایک طرح سے بیعت ہی ہے۔ میرے اس دوست نے بیعت کی حقیقت سمجھانے کے لیے حلف والی بات بہت اچھی کہی، اچھی بات اللہ جس سے بھی کہلوا دے اس کی قدر کرنی چاہیے اور اسے بھی اللہ کی رحمت سمجھنا چاہیے، اپنا کمال نہیں سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح جس کی قسمت میں ولایت کی نعمت لکھی ہوتی ہے وہی اللہ کو پاتا ہے۔ ولایت کی اس نعمت کو اللہ کی عطا سمجھنا چاہیے، اپنا کمال ہرگز نہ سمجھے۔

اُن ہی کو ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

اور؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

صحبت اہل اللہ پر مولانا مسیح اللہ صاحب کا ایک ملفوظ

مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی ہندوستان میں حکیم الامت کے پُرانے

خلیفہ ہیں، اسّی نوّے سال کے ہیں، بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد ہیں، ابھی زندہ ہیں، تقریباً چھ سات برس پہلے کراچی تشریف لائے تھے، میری خانقاہ میں ان کا بیان بھی ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ریل گاڑی میں انجن سے فرسٹ کلاس کا ڈبہ بھی جڑا ہوتا ہے جو ایئر کنڈیشن ہوتا ہے، پھر سیکنڈ کلاس کے ڈبّے ہوتے ہیں، پھر تھرڈ کلاس کے ایسے ڈبّے ہوتے ہیں جن کی کرسیاں بھی ٹوٹی پھوٹی ہوتی ہیں مگر چوں کہ سب ڈبے انجن سے جڑے ہوتے ہیں لہٰذا انجن جس منزل پر فرسٹ کلاس کے ڈبہ کو لے کر جائے گا تھرڈ کلاس کا ڈبہ بھی اسی منزل پر پہنچے گا۔ اسی طرح جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں ان کے حالات تو مختلف ہوتے ہیں مگر اللہ والوں کے ساتھ لگے لپٹے رہنے کی برکت سے ان شاء اللہ سب کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

دنیاوی بادشاہت کی حقیقت

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے بادشاہ کو خطاب کیا۔ میں پھر بہت پیچھے آرہا ہوں، جہاں سے میں نے اپنے بیان کا آغاز کیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا کہ اے سلاطینِ مغلیہ! ولی اللہ صاحب شاہ تھے اور مغل بادشاہ تھے۔ بادشاہ میں اور شاہ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اللہ کی محبت کا خزانہ شاہ کے دل میں ہوتا ہے، اور بادشاہوں کے خزانے ان کے جسم کے باہر ہوتے ہیں اور ان کی شاہی باد سے بدلتی رہتی ہے، باد فارسی میں ہوا کو کہتے ہیں، ایک ہوا آئی تو بادشاہ بن گئے اور ایک ہوا چلی مثلاً الیکشن میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو بادشاہت ختم ہو گئی۔

ایک ملک کے بادشاہ کے پیٹ میں درد ہوا، پیٹ میں ہوا بھر گئی تو اُس نے کہا کہ کسی بزرگ کو بلاؤ۔ بزرگ نے کچھ پڑھ کر دم کیا تو اس کی ہوا کھل گئی، پیٹ ہلکا ہو گیا۔ تو اس نے کہا آپ کی جھاڑ پھونک میں اتنا اثر ہے تو مجھے بیعت کر لیجیے کیوں کہ آپ کے اندر بادشاہوں کی ہوا نکالنے کی پاور ہے، آپ تو بہت پاور کے بزرگ ہیں۔ بادشاہ نے توبہ کر لی اور بیعت ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان بزرگ نے عید کی نماز پڑھائی، نماز میں رکوع کے اندر بیچارے کی ہوا کھل گئی تو انہوں نے دوسرے کو امام بنایا اور وضو کرنے چلے گئے۔ حاسدین جو حسد سے جل کر خاک ہو رہے تھے کہ اس بزرگ کو اتنی عزت ملی کہ بادشاہ اس کے مرید ہو گئے، تو وہ دوڑے ہوئے

بادشاہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضور شہر میں آج آپ کی بڑی بے عزتی ہو رہی ہے۔ بادشاہ نے کہا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ بادشاہ ایسا بے وقوف ہے کہ ہوا کھولنے والے پیر سے مرید ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اعلان کردو کہ میں نے ان کی مریدی توڑ دی۔ بادشاہ ڈر گیا کیوں کہ انہیں اپنی عزت زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اب جناب حاسدین خوشیاں مناتے ہوئے پیر صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ پیر صاحب اب دماغ سے بادشاہ کے پیر ہونے کا خیال نکال دیں، ہم نے آپ کی مریدی تڑوادی ہے، اب بادشاہ آپ کا مرید نہیں ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ میں پہلے بھی زیادہ خوش نہیں تھا کیوں کہ جس کا عقیدہ دو گندی ہواؤں کے درمیان میں ہو یعنی جب اس کی ہوا نکلی تو مجھ سے بیعت ہو گیا اور جب میری ہوا نکلی تو اس کا عقیدہ خراب ہو گیا تو جس کی محبت اور جس کا عقیدہ دو بدبودار ہواؤں کے درمیان ہو تو مجھے ایسے لوگوں کے اعتقاد کی بالکل پرواہ نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مغل بادشاہوں کو خطاب

تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے مغل خاندان کے بادشاہو! جب تمہاری روح نکلے گی، جب تمہارا جنازہ قبر میں جائے گا تو تم کتنے تخت و تاج لے کر جاؤ گے، کتنے جواہرات لے کر جاؤ گے، کتنے خزانے لے کر جاؤ گے اور دہلی کے لال قلعہ کے کتنے قالین تمہارے ساتھ جائیں گے اور تمہاری بیگمات اور یہ رہائش کا ساز و سامان یہ سب کتنا جائے گا؟ پھر آپ نے فرمایا کہ سن لو! جب یہ ولی اللہ مرے گا تو اپنے ساتھ کیا لے جائے گا ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

تو انہوں نے فرمایا کہ اے بادشاہانِ مغلیہ! جب تمہارا جنازہ قبر میں اُترے گا تو تم پر مٹی ڈالی جائے گی، تمہارا کریم، پاؤڈر اور تیل مالش سب ختم ہو جائے گا اور تمہارے شاہی لباس اور تاجِ شاہی سب چھین لیے جائیں گے، پھر تم کیا لے کر جاؤ گے؟ بادشاہوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں آج اس بستی کے تمام زمینداروں سے یہ گزارش کروں گا کہ جب ہمارا آپ کا جنازہ قبر میں اُترے گا تو ہم آپ کیا لے کر جائیں گے؟ کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟

آپ کتنے کنال لے کر قبر میں جائیں گے؟اور کتنا گندم لے کر جائیں گے؟ کتنی مکئی لے کر جائیں گے؟ جنہوں نے آٹے کی مشین لگا رکھی ہے وہ آٹے کی کتنی مشینیں لے کر جائیں گے؟ کتنی بھینسیں لے کر جائیں گے؟ کتنی گائیں لے کر جائیں گے؟ کتنی بکریاں اور مرغیاں لے کر جائیں گے؟ لیکن اب ذرا دوسری طرف بھی آئیں، اب دوسرا رُخ بھی دیکھیں۔ جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی قبر میں کیا لے کر جائیں گے؟تو انہوں نے فرمایا۔

دلِ دارم جواہر پارہ عشق است کہ زتحویلش

شاہ ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس دل میں اللہ کی محبت اور تقویٰ کے جواہرات اور موتی بھرے ہوئے ہیں، جب ولی اللہ مرے گا تو اپنے کفن میں یہی موتی اور جواہرات ساتھ لے کر جائے گا، وہ اللہ کو اپنے ساتھ لے کر زمین کے نیچے جائے گا۔ جو زمین کے اوپر اللہ کو اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ زمین کے نیچے اور پل صراط پر اور میدانِ محشر میں بھی اللہ کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ شاہ صاحب کہلاتے ہیں، شاہوں کے پاس خزانے ہوتے ہیں، آپ کے پاس کتنا سونا ہے؟ انہوں نے کہا۔

بخانہ زر نمی دارم فقیرم

ولے دارم خدائے زر امیرم

میں اپنے گھر میں سونا نہیں رکھتا لیکن جو سونا پیدا کرنے والا ہے اُسے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ یہاں دنیا میں بھی جب آپ سفر کرتے ہیں، کوئی آپ کو چند ہزار میل کے فاصلہ پر لے جائے، تو آپ کی زمین تو یہی رہتی ہے مگر آپ کا غلہ، آپ کی بلڈنگ، کرسی، میز وغیرہ ہزاروں میل دور آپ کے وطن ہی میں رہ جاتی ہے، لیکن ایک ولی اللہ کو جنگل میں لے جاؤ تو وہ جہاں جائے گا اپنے دل کی دولت اپنے ساتھ لے کر جائے گا، اس دولت کا نام تعلق مع اللہ یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔

دین اختلافی باتوں سے نہیں پھیلتا

غزوۂ حنین کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے کچھ نو مسلم صحابہ کو جو اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے اونٹ و بکریاں ہدیہ میں دیں تو کچھ صحابہ کے پاس شیطان

انسان کی شکل میں آیا اور ان سے کہا کہ اے مدینہ کے لوگو! تم نے جہاد میں نبی پر جانیں دیں، تمہاری بیویاں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے لیکن آج تمہارا نبی اپنے مکہ والوں کو، برادری والوں کو، وطن والوں کو زیادہ نواز رہا ہے۔ شیطان کا کام یہی ہوتا ہے کہ ورغلاتا ہے، اختلاف پیدا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ اے نبی! آپ جلدی سے اس فتنے کا رَد کر دیجیے ورنہ شیطان نے اختلاف کا بیج بونا شروع کر دیا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے اسلام لانے والے مکہ کے نوجوانوں کو اونٹ بکریاں دیں تو شیطان نے مدینہ والوں کو بھڑکایا کہ دیکھا نبی نے اپنے مکہ کی برادری کو، قریشیوں کو مال دیا اور ہم لوگوں کو کچھ نہیں دیا جبکہ ہم نے جہاد میں اپنی بیویوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام نے اس مرض کی اطلاع دی کہ جلدی اس کا علاج کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ وہ خطبہ ایسا تھا کہ صحابہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اُن کی داڑھیوں سے نیچے گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے مدینہ کے انصار! بے شک میں نے مکہ کے نئے اسلام والے نوجوانوں کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے کچھ مال واسباب دیا تا کہ ان کے دلوں میں اللہ ورسول کی محبت بڑھ جائے، جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ**[۶] فرمایا ہے کہ جو نیا نیا اسلام لائے تو اس کے دل کو خوش کرنے کے لیے، اس کو اسلام سے قریب کرنے کے لیے کچھ ہدیہ وغیرہ دے دیا کرو تو میں نے قرآن کے حکم پر عمل کیا ہے لیکن شیطان نے تم کو بہکا دیا کہ میں نے برادری کے طور پر، وطنیت کے بنیاد پر مکہ والوں کو دیا ہے تو یاد رکھو! یہ لوگ تو اونٹ بکریاں لے کر مکہ چلے جائیں گے اور مدینہ کے انصار تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے ساتھ مدینہ جاؤ گے۔ کیا اللہ کا رسول تمہارے لیے اونٹ و بکریوں سے بہتر نہیں؟ اللہ کا رسول ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا، اس کی قبر تمہارے شہر مدینے میں بنے گی، میرا جینا مرنا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس بات پر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اتنا روئے کہ اُن کے آنسو گالوں سے پھسل کر ان کی داڑھیوں سے نیچے گرنے لگے۔

چناں چہ اختلافی باتوں میں نہ پڑنے والے صوفیاء سے دین زیادہ پھیلا ہے مگر کون سے

---

[۶] التوبۃ:۶۰

صوفیاء؟ جاہل صوفی نہ ہو، عالم ہو، اللہ کا عاشق بھی ہو اور اللہ والا بھی ہو تو ان کی برکت سے زیادہ اسلام پھیلا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اتنا زیادہ پیش کرتے ہیں جس سے انسان سمجھتا ہے کہ یہ ہمارا مخلص ہے، یہ ہم کو صحیح راستہ بتاتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب اجمیر شریف میں تشریف لائے تو تنہا تھے، سارا اجمیر کافروں سے بھرا ہوا تھا، یہاں تک وضو کے لیے پانی مانگا تو سارے ہندوؤں نے منع کر دیا کہ ہم تمہیں وضو کے لیے پانی نہیں دیں گے۔ اجمیر میں ایک مندر تھا، اس مندر میں ایک بت تھا جسے ہندو دیوتا کہتے تھے اور اس کو پوجتے تھے، آپ نے اس بت سے کہا کہ اے ہندوؤں کے دیوتا! تو خدا کا بندہ ہے، میں بھی خدا کا بندہ ہوں، میں اللہ کی بندگی کے لیے تجھ کو لوٹا دیتا ہوں، میرے لیے پانی لے آ۔ مفتی محمود الحسن گنگوہی دیوبند کے صدر مفتی سے میں نے اپنے کانوں سے خود سنا کہ وہ پتھر کا دیوتا لوٹا لے کر گیا اور وضو کے لیے پانی لے آیا۔ اب سارے ہندوؤں نے کہا کہ لو بھائی ہم جس کو خدا مان رہے تھے وہ تو خود اجمیر کے اس سائیں کا غلام بنا ہوا ہے، تو وہ نوّے لاکھ ہندو مسلمان ہو گئے۔ اس لیے دوستو! یہ عرض کرتا ہوں کہ صوفیاء سے دین زیادہ پھیلا ہے۔

اجمیر کا راجہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ رہا ہے کہ تم اپنا مصلیٰ اس جگہ سے اُٹھا کر لے جاؤ، تم یہاں کیوں نماز پڑھ رہے ہو، ہم تمہیں یہاں نماز نہیں پڑھنے دیں گے، یہاں تو ہمارے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے کہا کہ اے خدا! یہاں جتنے اونٹ بیٹھے ہیں کوئی نہ اُٹھ سکے۔ سارے اونٹ وہی زمین پر چپک کر رہ گئے۔ راجہ بھی حیران رہ گیا۔

تو دوستو! آج ہمیں اسی چیز کی ضرورت ہے کہ ہم وہ دردِ محبت حاصل کریں جو اولیاء اللہ کے سینوں میں ہوتا ہے جس کو مولانا قاسم نانوتوی نے اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہم نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ آج مُلّا کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہم کسی بزرگ کے پاس جا کر بیٹھیں، ہم بھی روح المعانی دیکھ سکتے ہیں، بخاری شریف پڑھ سکتے ہیں، دین کے مسائل جانتے ہیں پھر ہم کسی کی جوتیاں کیوں اُٹھائیں؟

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذہب کے امام تھے اور اتنے بڑے شخص تھے کہ اللہ کے راستے میں کوڑے کھائے، پھر ان کی ایک کرامت ظاہر ہوئی، کوڑے کھاتے کھاتے ان کا اِزار بند ٹوٹ گیا۔ محدث عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ازار بند ٹوٹ گیا تو قریب تھا کہ پاجامہ نیچے گر پڑتا کہ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہونٹوں کو حرکت دی اور خدا سے کچھ کہا تو ان کا پاجامہ اوپر اُٹھ گیا۔ ایک ہفتے کے بعد جب کہ ابھی وہ صاحبِ فراش تھے ایک محدث نے ان سے پوچھا کہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کیا کہا تھا؟ کہنے لگے کہ جب میر اِزار بند ٹوٹا تو میں نے اللہ سے عرض کیا اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الْحَقِّ فَلَا تَھْتِكْ سَتْرِیْ [ک] اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو میری آبرو کو رُسوا مت کیجیے، مجھے ننگا نہ ہونے دیجیے۔

امام شافعی، امام احمد ابن حنبل کے استاد ہیں۔ امام شافعی نے اپنے ایک شاگرد کو ان کے پاس بغداد بھیجا کہ جاؤ میرے شاگرد امام احمد ابن حنبل سے کہو کہ تم کو جب کوڑے لگائے جارہے تھے تو اس وقت تم جو کرتا پہنے ہوئے تھے وہ کُرتا ہمیں دے دو۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد کی بات کو کیسے ٹالتے چناں چہ وہ کُرتا جس میں انہیں کوڑے مارے گئے تھے اس کو اُتار کر دے دیا۔ امام شافعی نے امام احمد کا کُرتا جو اللہ کی راہ میں کوڑے کھا چکا تھا اس کو دھویا فَغَسَلَهُ الشَّافِعِیُّ فَشَرِبَ مَاءَهٗ اور اس پانی کو برکت کے لیے پی لیا۔ دوستو! یہ ہے اللہ والوں کی شان کہ امام شافعی جیسی عظیم الشان شخصیت اپنے شاگرد کے کُرتے کو دھو کر اس کا پانی پی رہی ہے۔

جب ان کا انتقال ہوا تو مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھتے ہیں اَسْلَمَ عِشْرُوْنَ اَلْفًا یَوْمَ وَفَاتِهٖ کہ ان کا جنازہ دیکھ کر بیس ہزار کافر مسلمان ہوگئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ک نزھۃ المجالس و منتخب النفائس: ۲/۲۸۲، مکتبۃ القاھرۃ

دوستو! عاشق کا جنازہ دیکھ کر کافر تک اسلام لے آتے ہیں، آج ہمارے سینوں میں وہ درد نہیں ہے، ہم خالی کتابیں پڑھ کر مدرسوں سے نکلتے ہی پیر بن جاتے ہیں، پہلے مجاہدات کر کے آؤ، اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھاؤ، اللہ کی محبت کا درد سیکھو، اپنے کو جلا کر خاک کرو، پھر دیکھو! خدا تمہاری زبان میں کیسا اثر ڈالتا ہے۔

نحوی و فقہی مسائل سے تصوف کے مسائل کا حل

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے دو سو تیس سال کے بعد ان کی قبر کے نزدیک ایک جنازہ دفن کیا گیا۔ مشکوٰۃ کی شرح میں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس شخص نے وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دفن کرنا۔ تو جب قبر کھودتے کھودتے پھاوڑا امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر لگا تو اُن کی قبر کھل گئی، فَلَمَّا دُفِنَ بِجَنْبِهٖ بَعْدَ مِأَتَيْنِ وثَلَاثِيْنَ سَنَةً دیکھیں عربی گرامر میں سنۃ کیا ہے؟ یہ ثلاثین کی تمیز ہو رہی ہے، اگر مأتین کی تمیز ہوتی تو یہ مفرد مجرور ہوتی لیکن دیکھیے: ثَلَاثِيْنَ یعنی تیس مِأَتَيْنِ یعنی دو سو سے کم ہے۔ بتایئے! تیس کی طاقت دو سو سے کم ہوتی ہے یا نہیں؟ لیکن سنۃً کے اعراب پر تیس اپنا عمل کر رہا ہے، اس کو نصب یعنی زبر دے رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ دو سو یعنی زیادہ طاقت والے کی بنسبت سنۃً سے زیادہ قریب ہے لہٰذا کم طاقت یعنی تیس کی طاقت ہوتے ہوئے بھی اس نے دو سو کی طاقت رکھنے والے عدد کو محض اپنی قربت کی وجہ سے معطل و مفلوج کر دیا۔ اسی طرح جو اللہ والوں سے قریب رہے گا سارا زمانہ اسے گمراہ نہیں کر سکے گا ان شاء اللہ۔ کیوں کہ جو جس کے زیادہ قریب ہوتا ہے اسی کا اثر قبول کرتا ہے، اس کا قریبی عامل اس پر اپنا عمل کر لیتا ہے۔

اب اس کی ایک مثال اور دیکھیں! ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے ہیں، وہ رمضان کی بیس تاریخ کو زکوٰۃ نکالتا ہے، اب انیس رمضان کو اس کے پاس کہیں سے مزید رقم مثلاً پانچ ہزار روپے آ گئے، تو اصول یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ مال اسے صاحبِ نصاب کر دے اور اس مال پر اس شخص کو پورا ایک سال گزر جائے تب اس پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔ اب اس شخص کی دس ہزار روپے کی رقم پر تو ایک سال گزر گیا مگر انیس رمضان

کو پانچ ہزار روپے کی جو مزید رقم ملی اگرچہ ابھی اس پر سال نہیں گزرا مگر چوں کہ وہ سال گزاری ہوئی رقم سے آکر مل گئی ہے لہٰذا اب اس پر بھی دس ہزار روپے کے ساتھ ملنے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہوگئی۔ اب اس کو بارہ مہینے الگ سے گزارنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ جو رقم بارہ مہینے گزارنے کا مجاہدہ کرچکی ہے، اس کی صحبت کی برکت سے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگئی، اللہ نے اس کو بھی پیار کرلیا، بارہ مہینے مجاہدہ والی رقم کی برکت نے اس کو ایک ہی دن میں بالغ کردیا۔ اس لیے اہل اللہ مجاہدات کے جو پاپڑ بیلتے ہیں، مصیبتیں اُٹھاتے ہیں اگر ہم ان کی صحبت میں رہیں تو کیا عجب کہ تھوڑے ہی دنوں میں کم مجاہدہ سے ہمارا کام بن جائے۔ میں نے جب تصوف کا یہ مسئلہ مفتی رشید احمد صاحب سے عرض کیا تو حضرت کو وجد آگیا، فرمایا کہ عجیب بات ہے، تم نے فقہ سے تصوف کا مسئلہ حل کیا اور مائتین و ثلاثین والے نحو کے مسئلہ سے صحبتِ اہل اللہ پر اِشکال کو محو کردیا۔

تو دو سو بیس سال کے بعد فَلَمَّا كُشِفَ قَبْرُهٗ جب احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر غلطی سے کھل گئی، تو وُجِدَ كَفَنُهٗ صَحِيحًا لَمْ يَبْلُوْ جُثَّتُهٗ لَمْ تَتَغَيَّرْ پورا کفن بالکل تازہ اور صحیح تھا، پُرانا نہیں ہوا تھا اور جسم مبارک ایسا تھا جیسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہو۔ اور یہ بات لکھنے والے کون ہیں؟ محدث عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ہرات کے رہنے والے تھے اور مکہ شریف میں مدفون ہیں۔ تو دو سو تیس سال کے بعد بھی ان کی لاش کو اللہ نے اپنی راہ میں کوڑے کھانے کی مصیبت کے بدلہ میں محفوظ رکھا۔

قبر میں ساتھ لے جانے والے اعمال

آپ کو، ہم کو کبھی نہ کبھی تو موت آئے گی، اس وقت جب آپ سے پوچھا جائے گا کہ صاحب آپ مر رہے ہیں تو آپ کون سی چیز قبر میں لے جارہے ہیں؟ کتنے بنگلے لے جارہے ہیں؟ کون سی کار لے جارہے ہیں؟ تو آپ یہی کہیں گے کہ میں تو خالی ہاتھ جارہا ہوں، میرے ساتھ صرف میرا کفن ہے۔ لہٰذا اللہ کو حاصل کرو، واللہ! اختر یہ کہتا ہے کہ گناہوں کے مزے میں عذاب ہی عذاب ہے، گناہ گاروں کی صورتوں سے ظلمت کا دھواں اُٹھتا ہے ؎

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالَم
انوار سے معمور ہے اَبرار کا عالَم

اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ آپ بہت جلدی مرنے والے ہیں، تو آپ اپنے ساتھ کیا لے جارہے ہیں؟ کتنے کنال زمین، کاروبار، گدھا گدھی، بکرا بکری، بیل گائے بھینس کیا لے جارہے ہیں؟ تو شاید ہی کوئی بندہ ایسا نکل آئے جو یہ کہے کہ میں اپنے ساتھ اپنے اللہ کو لے جارہا ہوں۔ آپ بتائیں! ایسے شخص کی کیا قیمت ہوگی؟ اللہ سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز ہے؟ اسی کو حاصل کرنے کے لیے اس فقیر نے کشمیر کے ان پہاڑوں پر سفر کیا ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ کو نہ پایا وہ اس دنیا سے محروم ہی جائے گا۔

میں آپ سے یہی عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ جب ملک الموت یعنی موت کا فرشتہ عزرائیل علیہ السلام آئیں اور پوچھیں کہ اب ہم تمہیں زمین کے نیچے لے جارہے ہیں، آخرت کے ملک میں لے جارہے ہیں، وہاں کے لیے تمہارے پاس کیا کرنسی ہے؟ تم نے وہاں کتنا زرِ مبادلہ بھیجا ہے؟ تو آپ کا جواب بھی ایسا ہو کہ اور کوئی کرنسی ہو یا نہ ہو لیکن میں اپنے ساتھ اپنے اللہ کو لے کر جارہا ہوں۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سے جب قبر میں منکر نکیر نے پوچھا کہ تمہارا ربّ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ زمین پر تو میں نے ساری زندگی خدا کو یاد کر کے، اس کے عشق میں اپنے جسم کو جلا کر خاک کر دیا، اب زمین کے چند گز نیچے آکر اپنے مالک کو، اپنے پالنے والے کو بھول جاؤں گی؟ یہ ناز ہوتا ہے اللہ والوں کا! اس لیے کہتا ہوں کہ اپنی گائے بھینسوں پر ناز مت کرو، اپنے مکئی کے کھیتوں پر ناز مت کرو، اللہ کی نعمتیں سمجھ کر ان پر اللہ کا شکر تو ادا کرو لیکن خدا کے لیے اللہ کی محبت کی دولت دل میں پیدا کرو تا کہ جب زمین کے نیچے جنازہ اُترے تو آپ اُس ملک کے لیے اپنے دل میں اللہ کو اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

پیر کے متعلق صحیح عقیدہ

پیروں کی قدر یہی ہے کہ ان سے اللہ کی محبت سیکھو، پیر کا کام یہ نہیں ہے کہ دم کر دیا تو مرض غائب ہو جائے، پیر کی ہرگز یہ ذمہ داری و ٹھیکیداری نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تسہیل قصد السبیل“ پڑھو۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے پیر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ کا قرضہ ادا کرے، آپ کی بھینس کو کھانسی

ہو گئی ہو تو وہ اس کی گردن میں تعویذ باندھ دے اور بھینس اچھی ہو جائے، پیر کا یہ کام نہیں ہے کہ بھینس بھینسے کے پاس نہیں جارہی تو کوئی تعویذ دے دے تاکہ بھینس دیوانی ہو کر بھینسے کے پاس چلی جائے، پیر کا یہ کام نہیں ہے کہ تمہارے کاروبار میں، دوکان میں جاکر پھونک مار دے اور تمہارا کاروبار چلنے لگے۔ پیر کا کام صرف اللہ کی محبت سکھانا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کیوں صاحب! آپ نے کبھی مٹھائی والوں سے کپڑا خریدا ہے؟ بتایئے! آپ نے مٹھائی والوں سے کبھی کپڑا خریدا ہے؟ تو اللہ والوں سے اللہ کیوں نہیں مانگتے ہو؟ وہاں صرف دنیا کے لیے دعا کی درخواست کرنے جاتے ہو۔ اللہ والوں سے دعا کرانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے، دعا کرانا تو اپنے چھوٹوں سے بھی سنت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عمر! تم عمرہ کرنے جارہے ہو **اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِکَ**،[۸] اے عمر! اپنے پیغمبر کو دعا میں یاد رکھنا۔ تو دعا کی درخواست تو ہم اپنے چھوٹوں سے بھی کریں گے، ہم آپ لوگوں کے لیے دعا بھی مانگتے ہیں اور آپ لوگوں سے دعا کی درخواست بھی کرتے ہیں، میری عافیت و صحت کے لیے اور میرا اللہ والا بننے کے لیے اور میری ایمان پر موت کے لیے اور میری قیامت کے دن بے حساب مغفرت کے لیے اور نیک لوگوں میں داخلہ کے لیے آپ ہمارے لیے دعا کریں اور میں آپ کے لیے دعا کروں گا لیکن پیر کے پاس سوائے دعا مانگنے کے اور کوئی اختیار نہیں ہے جو لوگ پیر کو اتنا بااختیار سمجھتے ہیں کہ اگر پیر ہاتھ اُٹھالے تو ہمارا ہر کام بن جائے تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ابوطالب کے لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے، آپ نے کتنی دعائیں مانگیں ان کو تو ضرور ایمان نصیب ہو جاتا۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ اللہ والوں کی دعائیں اور لوگوں کی بنسبت جلد قبول ہو جاتی ہیں لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ جو مانگیں گے وہ ضرور ہی پورا ہو گا ایسا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔

سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شرابی کا منہ دھویا، وہ شراب پی کر اپنی ہی قے میں پڑا ہوا تھا اور اس کے منہ پر مکھیاں بھنک رہی تھیں، جب سلطان ابراہیم ابن

---

۸ سبل الھدی والرشاد: ۱۱/۲۶۴، الباب الثامن فی فضائل الامیر قاھرۃ

ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا منہ دھویا تو وہ اُٹھ گیا۔ اُس نے کہا کہ آپ اس وقت کہاں سے آگئے؟ فرمایا کہ تیرے منہ پر چپکنے والی مکھیاں اور قے دیکھ کر مجھے رحم آگیا کہ میرے اللہ کا بندہ اس بُری حالت میں ہے، اس لیے میں نے پانی لا کر تیرا منہ دھو دیا اور تیری قے بھی صاف کر دی۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ مجھے بیعت کر لیں اور توبہ کرا دیں۔ اللہ نے اُسی وقت اس کو بہت اونچے مقام پر پہنچا دیا۔ ملا علی قاری محدث عظیم مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے رات کو اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے خدا! آپ نے اس شرابی کو اتنی جلدی ولی اللہ بنا دیا، لوگ تو بہت دنوں کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلطان ابراہیم ابن ادہم! تو نے میری محبت میں سلطنت چھوڑی ہے جبکہ لوگ سلطنت کے لیے جانیں دیتے اور لیتے ہیں، قتل کرتے ہیں، قتل کراتے ہیں مگر تو نے اپنی خوشی سے میری محبت میں اپنی سلطنتِ بلخ کو خیر باد کہا ہے، پھر تو نے میری محبت میں یہ سمجھ کر اس بندے کا منہ دھویا کہ یہ میرے اللہ کا بندہ ہے، اَنْتَ غَسَلْتَ وَجْهَهٗ لِاَجْلِیْ فَغَسَلْتُ قَلْبَهٗ لِاَجْلِكَ تو نے شرابی کا چہرہ دھویا میری خاطر، میں نے اس کا دل دھویا تیری خاطر۔

تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی خاطر بھی کرتا ہے، جو ساری زندگی ان پر قربان کرتا ہے اس کی خاطر سے دیکھو کیسے منٹوں میں کام بن گیا۔ لیکن ایسا عقیدہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ بس پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تو چاہے روزہ رکھو نہ رکھو، نماز پڑھو نہ پڑھو، بس جنت کے ٹھیکیدار بن گئے، یہ بالکل خلافِ سنت عقیدہ ہے، جب نبی نے کسی کی جنت کا ٹھیکہ نہیں لیا تو ولی کیا لے سکتا ہے اور ولی کا غلام کیا لے سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اِعْمَلِیْ، اے فاطمہ عمل کر۔ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ[۹] ورنہ تیرا ابا بھی تجھے جہنم سے نہیں بچا سکتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے لیے یہ حکم ہے تو آج کل کے پیر جنت کی ٹھیکیداری کیسے لے سکتے ہیں؟

---

۹ جامع الترمذی: ۳۳۸/۵ (۳۱۸۵) باب ومن سورۃ الشعراء

ایک پیر تھا، وہ سو روپے لے کر جنت کی کوٹھڑی الاٹ کیا کرتا تھا اور کاغذ لکھ کر دیتا تھا۔ ایک آدمی نے اسے سو روپے دے کر اپنے لیے جنت میں ایک کمرہ الاٹ کروایا تو اس کی بیوی نے اس کو جھاڑو سے دوڑایا اور کہا کہ میں تمہیں رات دن روٹی پکا کر دیتی ہوں، تم نے اپنے لیے تو جنت کی کوٹھڑی الاٹ کرالی، میرے لیے بھی الاٹ کرواؤ۔ اس نے کہا کہ پیسہ نہیں ہے۔ بیوی نے کہا کہ میرا یہ زیور پیر کو دے دو۔ پیر نے زیور لے کر رکھ لیا اور ایک کاغذ کی پرچی بنا کر دے دی۔

تو جنت کی کوٹھی الاٹ کرانے والوں سے ہوشیار رہو، یہ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر خدا نے قیامت کے دن مجھ سے پوچھا کہ اے عبدالغنی! میں نے تجھ کو حکیم الامت تھانوی جیسا پیر دیا تھا تُو نے اس کا کیا شکر ادا کیا؟ حضرت یہ کہہ کر رونے لگتے تھے کہ میں اللہ سے کہوں گا اے خدا! تو نے ہمیں سچا پیر عطا کیا تھا لیکن مجھ سے ان کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ جس شخص کو سنت و شریعت کا پابند شیخ مل جائے اس سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت نہیں۔ آج کل لوگ جعلی پیروں کے چکر میں رہتے ہیں جو تمہاری جیب بھی صاف کرتے ہیں، ایمان بھی صاف کرتے ہیں، نذرانے بھی لیتے ہیں، ایمان بھی لیتے ہیں۔ اس لیے دوستو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہمارے اکابر کا سلسلہ شریعت و سنت کا پابند ہے، کوئی کام اگر سنت و شریعت کے خلاف دیکھو تو ہر مسلمان کو حق ہے کہ وہ ہم سے اس کی دلیل پوچھے۔ لہٰذا پیر سے یہ پوچھو کہ اللہ کیسے ملتا ہے؟ ان کے سامنے صرف دنیا کی ضرورتیں مت پیش کرو، ان سے دنیا کے لیے دعا کرانا جائز تو ہے، آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں تو ان سے دعا کی درخواست کریں لیکن صرف دنیا ہی کو مقصد نہ بنائیں، پیر سے پوچھیں کہ اللہ کیسے ملے گا؟ اللہ والا کیسے بنا کرتے ہیں؟ وہ تمہیں اللہ کا راستہ بتائے گا۔

میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ یاد رہے اور ان ہی کو لے کر میں زمین کے نیچے اُتروں یعنی جب میرا جنازہ نکلے تو خدا میرے ساتھ ہو اور آپ کے ساتھ بھی ہو۔ ایسا تھوڑی ہے کہ میں تنہا حلوہ کھاتا ہوں، میں اپنے ساتھ آپ سب لوگوں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں۔

سنت کے مطابق مصافحہ کرنے کا طریقہ

ایک بات اور بتاتا ہوں کہ مصافحہ کے وقت کشمیر کے علاقوں میں ایک خاص

رسم ہے کہ سلام کرتے وقت کندھوں کو جھکا دیتے ہیں اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ ہماری پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ رکھ دیں لیکن دوستو! ہماری برادری کی رسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے زیادہ قیمتی نہیں ہو سکتی کیوں کہ یہ رسمیں ہمارے باپ دادا نے بنائی ہیں اور سنت ہمارے نبی نے دی ہے، وہ ساری مخلوق کے سردار ہیں، سیّد الموجودات بھی ہیں اور سیّد الانبیاء بھی ہیں۔ لہٰذا میں آپ کو آج نبی کے طریقہ پر مصافحہ کرنا سکھانا چاہتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں آپ سے مصافحہ کیا کروں تو کیا مجھے اجازت ہے کہ میں جھک جاؤں۔ آپ نے فرمایا لَا لَا یعنی ہرگز نہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ کا جو طریقہ سکھایا ہے اس کے خلاف کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اس لیے کسی سے مصافحہ کرتے وقت اس کے سامنے جھکا نہ جائے کیوں کہ مؤمن خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتا۔

بس اب دعا کرلیں کہ یا اللہ جو کچھ کہا سنا گیا اسے قبول فرمالیں، سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں، دونوں جہاں کی نعمتیں عطا فرمادیں، اللہ والی حیات بھی دے دیں اور عافیتِ دارین بھی عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

❁❁❁❁

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

www.khanqah.org

امور عشرہ برائے اصلاح معاشرہ

از محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا، اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاق ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

www.khanqah.org

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا، مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ۔ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلام پاک کے حُسن و جمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعد اخفاء و اظہار، معروف و مجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات و معاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں، نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر و ثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب و روز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ موکدہ، سُنت غیر موکدہ، مستحب و مباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر و شرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

www.khanqah.org

انسان اس دنیا میں اپنے اصلی وطن جنت سے آیا ہے اور ایک دن اسے وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی محدود زندگی میں انسان کو لامحدود زندگی والی جنت حاصل کرنے کے بے شمار مواقع عطا فرمائے ہیں، ان مواقع کو اسلام کے تابع رہ کر حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن انسان اس دنیا میں آکر یہاں کی چندروزہ فانی رنگینوں میں ایسے مگن ہوا کہ اپنے اصلی وطن کی تیاری سے بالکل غافل ہوگیا۔ انسان کو اس کے اصلی وطن کی تیاری کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتے رہے جنہوں نے لوگوں کو دنیا کی ضروریات زندگی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کی تیاری کی دعوت دی۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس وعظ ''دار فانی میں آخرت کی تیاری'' میں اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن پر عمل کرکے ہر انسان دنیا کے اس دار فانی میں آخرت کی تیاری کرسکتا ہے۔ یہ وعظ ہر مسلمان کے مطالعہ کے لیے اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ اس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت آسان اور سادہ انداز میں مختلف مثالوں اور واقعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کی ضرورت اور اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا ہے جس سے انسان کے دل میں اپنے وطن آخرت کی تیاری کا جوش و جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسی جذبہ اور لگن کی بدولت انسان راہِ عمل پر گامزن ہوکر آخرت کی تیاری کے لیے مستعد ہوجاتا ہے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری